

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے اور تین کا چار کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور دو کا کھانا چار کیلئے اور اسی طرح چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔
کافی التلثة وطعام الثلاثة کافی الاربعة۔

۳۔ عن ابن عمرؓ وجابرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم طعام الواحد يكفي الاثنين وطعام الاثنين يكفي الاربعة وطعام الاربعة يكفي الثمانية۔

اس باب سے بھی غرض تقلیل طعام کی ترغیب ہے۔ قناعت اور کفاف امت کو ایثار کی تلقین اور قوت لایموت پر اکتفاء کی تعلیم ہے، کیونکہ مایملا، بطن ابن آدم الا التراب، بنی آدم کا پیٹ قسم قسم کے کھانوں سے نہیں بھرا جا سکتا بالآخر مٹی اس کو بھر دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ایثار، مواسات، مروت، ہمدردی، غمخوری کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو انصار خدمت کیا کرتے تھے، پھر مہاجرین آئے مہانوں کی کثرت ہوئی، دور دراز سے لوگ سفر کر کے حاضر خدمت ہوتے تو آپ انصار و مہاجرین سے فرماتے کہ مہانوں کو آپس میں بانٹ لیا کرو اور حسب توفیق اپنے اپنے گھروں کو ساتھ لے جاؤ یا گھروں سے کھانا لاکر یہاں اکٹھے بیٹھ کر کھایا کرو گھر میں اگر دو آدمی ہوں تو دو مہمان ساتھ لیجاؤ اگر تین ہو تو تین مہمان ساتھ لے جاؤ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ زیادہ کھانے اور شکم پری سے محفوظ رہو گے جو سراسر نقصان ہے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کی مہمانی اور ضیافت میں عموم اور وسعت آئے گی زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوں گے طعام الواحد کیفی الاثنين الخ کی یہی مراد ہے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کیونکر کافی ہو سکتا ہے کفایت کی تعلیم تو جواب یہ ہے کہ یہاں پر حضورؐ خبر نہیں دے رہے بلکہ مراد ہے حکم ہے تعلیم ہے کہ چاہیے کہ ایک آدمی کا کھانا تم دو آدمیوں کے لیے کفایت کرو۔ نذروری نہیں کہ اس سے سیری بھی ہو بلکہ یہاں تو کفایت کی تعلیم ہے کہ ضروری حاجت پوری کر لیا کرو، قوت لایموت اختیار کرو یعنی بس کھانے کو دو آدمی سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ تین اور چار آدمی بھی بطور قناعت کافی کر سکتے ہیں کہ وہ بھوک ختم کر سکتا ہے ان کو عبادت و طاعت کی طاقت اور قوت عطا کر سکتا ہے ان کے خوف کو دور کر سکتا ہے۔

قوت لایموت مایقوم بہ صلبہ کو کہتے ہیں یعنی جس کھانے پر اس کی ریڑھ کی ہڈی قائم رہے یعنی روح اور جسم کا رشتہ قائم رہے جو کم کھانے پر بھی قائم رہ سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک کھجور پر گزارہ کیا کرتے تھے، بعض غزوات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلکر کے پتوں پر کفایت کرتے تھے، ہفتوں ہفتوں جہاد اور غزوات میں اس پر گزارہ کیا ہے۔

بہر حال احادیث باب کی غرض اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر تمہیں اتنا کھانا میسر ہو جو تمہارا پیٹ پوری طرح بھر سکتا ہے تو اس کو محض اپنے پیٹ بھرنے میں صرف نہ کرو بلکہ تناغت اختیار کرو اس میں اتنا ہی کھاؤ جو تمہاری غذائی ضرورت کی کفایت کرے اور جو تمہاری ضرورت واقعی سے زائد ہو وہ کسی دوسرے محتاج کو کھلا دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاشی نظام | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط سالی آئی عام الرفادہ، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس غذا موجود ہے وہ ان لوگوں پر تقسیم کر دوں جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے مقصد یہ تھا کہ اگر ایک گھر میں پانچ آدمی ہیں اور ان کے پاس کھانا ہے تو پانچ فقراء کی کفایت ان کے حوالہ کر دوں، اسی تناسب سے تمام علاقے میں نظام کفایت جاری کر دیا جائے تو کوئی بھی بھوکا نہ رہے۔ کیونکہ آدمی آدھا پیٹ کھانے سے ہلاک نہیں ہوتا۔ اگر مالدار لوگ اپنا آدھا پیٹ کاٹ کر ناداروں کی زندگی کی بقا کا ذریعہ بن جائیں گے تو باہمی اخوت و محبت کی معاشرت قائم ہوگی احادیث میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ نفس امارہ کا تقاضا تو ہو سکتا ہے کہ جو کچھ بھی میسر ہو وہ سب اپنے پیٹ میں ڈال لیا جائے لیکن انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ خدا نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں ان لوگوں کو بھی شریک کر لو جنہیں کچھ بھی میسر نہیں ہو سکا ہے۔

تمیزیب مغرب اور کثرت ان نعمت کا دفر | جدید مغربی تہذیب اور مغربی تمدن کے سیلاب میں مسلمان بھی بہہ رہے ہیں بڑے بڑے شہروں

اور بڑے تقریبات میں آج بھی منوں اور ٹنوں کے حساب سے عمدہ کھانا تقریبات سے فراغت کے بعد کوڑا کرکٹ سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ حکیم محمد سعید صاحب نے تجزیہ کیا تھا کہ ان تقریبات میں ہر روز آدھے سے زیادہ صحیح طعام اور قابل استعمال کھانے ضائع ہوتے ہیں جو کروڑوں روپے کی مالیت ہوتی ہے، اب آپ دیکھیں ایک طرف کروڑوں روپے مالیت کا کھانا ضائع ہو رہا ہے دوسری طرف افلاس زدہ بھوکے ایک ایک ٹوالے کو ترستے ہیں، اسلام کا نظام اور اسلامی تعلیمات

یہ ہیں کہ بھوکوں کو امیروں اور مالداروں اور صاحب ثروت لوگوں پر تقسیم کر دو۔ دیکھئے اسلام نے بھوکے کا کس طرح نظام بنایا کس قدر عمدہ تعلیم دی جب کہ کمیونزم نے تو بھوکے کے منہ سے بھی نوالہ چھین لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا وان الرجل لا يهلك على نصف بطنه۔ ایک آدمی اگر آدھے پیٹ کھانا کھالے تو وہ اس سے مرنا نہیں۔ گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید کر دی کہ طعام الواحد يكفي الاثنين آج ہمارے ڈاکٹر ڈائٹنگ پر زور دیتے ہیں اور اس سے علاج کراتے ہیں۔

باب کی دونوں حدیث
پہلی روایت میں ثلث وزج اور دوسری میں تضاعف کیوں؟ | میں بظاہر ایک تضاد

یہ بھی ہے کہ پہلی روایت میں ثلث وزج کے حساب سے فرمایا گیا کہ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا تین کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں بطریق تضاعف یعنی دو گنے کے حساب سے فرمایا گیا ہے مگر یہ اختلاف اشخاص و احوال کے تفاوت کے سبب سے ہے، مقصد یہ ہے کہ جس جذبہ تقاعص اور جذبہ ایشار کی صورت میں دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہو سکتا ہے بعض حالات اور بعض آدمیوں کی صورت میں وہی جذبہ ایشار و ہمدردی کچھ اور بڑھ کر دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے بھی کفایت کر سکتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ حسب توفیق کھانے والوں کو
کھانے میں اجتماعیت کی تعلیم و تاکید | جگہ دو اس میں اجتماعیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رض نے عرض کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! الگ الگ کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کھانے پر الگ بیٹھا کرو اور اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ کر کے اجتماعی طور پر کھایا کرو فاجتموا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ تبارک لکم فیہ تو تمہارے واسطے اس کھانے میں برکت ہوگی اور طبیعت کو سیری حاصل ہو جایا کرے گی۔

بہر حال بعض حضرات نے جو تریح اجتماعیت کو دی ہے وہ احادیث سے ثابت ہے یعنی اگر انفرادی طور پر کھاؤ گے تو کفایت نہ ہوگی، برکت نہ ہوگی، اور اجتماعی نظام ہو تو تین آدمیوں کے (بقیہ صفحہ ۳ پر)



سینکارا

صحت کا سرچشمہ
ہر گھر کے لیے گھر بھر کے لیے

ہمدرد کا نصب العین تعمیر صحت ہے۔ بیماریوں سے پاک تندرست معاشرے کے قیام کے لیے مرد لے ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ سچ بھی اچب غذا میں عدم توازن اور فضا میں آلودگی کے باعث انسان کی قوت مدافعت متاثر ہو رہی ہے اور زندگی کی تیز رفتاری کے سبب جسمانی توانائی میں کمی کی شکایت عام ہے ہمدرد اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے توانائی فوراً حاصل کرنے کے لیے نباتی و معدنی مرکب سینکارا پیش کرتا ہے۔

سینکارا صحت بخش مجرب جڑی بوٹیوں اور منتخب معدنی اجزاء سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت موثر نباتی و معدنی مرکب ہے جو تیزی سے توانائی بحال کرتا ہے اور صحت برقرار رکھتا ہے۔



ہر موسم میں ہر عمر کے لیے یکساں مفید **سینکارا** نباتی و معدنی مرکب — جو زندگی کو ایک دلورہ تازہ عطا کرتا ہے

طاعون، ایک خطرناک وباء

علاج، پرہیز و احتیاط اور متاثرہ علاقوں میں آمد و رفت

سے متعلق پیغمبر خدا کی ہدایات،

صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طاعون کے بارے میں کیا سنا، حضرت اسامہؓ فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
طاعون ایک بڑا عذاب ہے جو بنی اسرائیل
کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا، اسی طرح ان
لوگوں پر یہ عذاب مسلط ہوا جو تم سے پہلے گزر
چکے ہیں۔ جب تم کو اس بیماری کا پتہ چلے کہ
فلاں مقام پر ہے تو اس بیماری کے ہوتے
وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی ایسی جگہ یہ عذاب
آجائے جہاں تم پہلے سے تھے، تو اس سے
بچاؤ کے لیے اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ
نکلو بچانے والا خدا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الطاعون رجس ارسل علی
طائفة من بنی اسرائیل
وعلی من کان قبلكم
فاذا سمعتم به بأرض
فلا تدخلوا علیہ
واذا وقع بأرض وانتم
بہا فلا تخرجوا منها
فراوا منه۔

طاعون سے بچاؤ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس کے گوتنڈوں کو روک دینا چاہیے اس سے کسی شخص کو نکلنے کی اجازت نہ ہو اور نہ باہر سے کسی آنے والے کو داخلہ کی اجازت ہو، سوائے معالجین اور معاونین کے اس طرح مرضی کے پھیلنے میں بڑی حد تک قابو پایا جائے گا، اور اس علاقے سے باہر کے لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔

صحیحین کی ایک دوسری روایت میں حصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔

الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ لِكُلِّ
مُسْلِمٍ۔
طاعون سے مرنا ہر مسلمان کے لیے خدا کی راہ
میں جان دینا ہے۔

طاعون لعنت میں وبا کی ایک قسم ہے، صحاح میں ہے کہ لعنت تو یہ ہے۔ سگر اطبائے کے نزدیک ایک رومی جان لیو اور مہلک ہے، جس کے ساتھ سخت قسم کی سوزش اور غیر معمولی درد بے چینی ہوتی ہے، یہ الم اپنی حد سے بھی بڑھا ہوتا ہے اس ورم کے ارد گرد کا حصہ اکثر سیاہ سبز ٹیلا ہوتا ہے اور بڑی جلدی اس میں زخم پڑ جاتا ہے اور عموماً تین جگہوں پر ہوتا ہے، بغل کان کے پیچھے کنج ران اور نرم گوشت میں۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ طاعون کا مرض ان خورد بینی جراثیم کے ذریعہ پھیلتا ہے جن کو پھولوں کے جوں لاتے ہیں، وہ پنڈلی اور کہنی کے حصہ میں کاٹتے ہیں، پھر چہرے پر ڈنگ لگاتے ہیں، اس طرح انہوں نے طاعون کی تشریح جو وریڈوں یا کنج بغل و گردن کے غدودوں پر پھیلنے میں کی ہے اور اثر عائنہ میں ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم سے عرض کیا۔

الطعون قد عرفناه فما الطاعون
قال غدة كغدة البعير
يخرج في المراق والابط
طعن رنیرہ بازی، تو اسے ہم نے جان لیا ہے
طاعون کیا ہے اسے بتلایئے آپ نے فرمایا
کہ ایک گلٹی ہے جیسے اونٹوں کے طاعون میں
ابھرتی ہے انسان کے بغل کھال میں ابھرتی ہے
(مسند احمد ۶ / ۱۲۵)

اطباء کے نزدیک نرم گوشت بغل، کان کے پیچھے کنج ران کا فاسد پھوڑا طاعون کہلاتا ہے جس کا سبب خون رومی ہے جس کی روات آمادہ عفونت و فساد ہو اور جلد ہی زہریلے جوہر میں تبدیل ہو جاتے، عضو کو فاسد کر دیتا ہے اور اس کے ارد گرد بھی خراب ہو جاتا ہے، کبھی ٹوٹ کر خون اور پیپ بہنے لگتا ہے، دل میں رومی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ جس سے قے خفقان اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں، اگرچہ طاعون ہر ورم کو کہا جاتا ہے۔ جو قلب کو رومی کیفیات سے آشنا کرے، یہاں تک کہ مریض کے لیے ہلاکت کا باعث ہو، لیکن اصطلاح میں ایسے ورم کو کہتے ہیں جو غدود میں پیدا ہو اس لیے کہ اس غدود میں ورم کی وجہ سے روات صرف انہیں اعضا تک سرایت کرتی ہے، جو طبعاً کمزور و بوسے ہوتے ہیں، طاعون کی بدترین قسم وہ ہے جن کا ورم بغل اور کان کے پچھلے حصے کی گلٹیوں میں ہوتا ہے اس لیے کہ یہ دونوں جگہیں سر سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ ان میں سے سرخ گلٹی سنگینی میں سب

سے کمتر ہے، پھر اس کے بعد زرد کا درجہ ہے اور جو سیاہ ہو تو پھر اس کے حملہ سے تو کوئی بچاؤ نہیں۔
طاعون تین تعبیرات کا نام ہے۔

پہلی چیز بھی اثر ظاہر جس کو اطباء طاعون کہتے ہیں۔

دوسری چیز وہ موت جو ان آثار کے ترتیب کے بعد واقع ہوتی ہے، اور غالب گمان ہے کہ حدیث میں الطاعون شہادۃ لکل مسلم سے یہی مراد ہے۔

تیسری بات وہ سبب فاعل جس سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے، اور حدیث صحیح میں موجود ہے۔

إِنَّهُ بَقِيَّةُ رَجْزِ أُرْسِلَ عَلَيَّ

کہ طاعون اس عذاب کا باقی ماندہ حصہ ہے

بنی اسرائیل۔ لہ

إِنَّهُ وَخِزُّ الْجِنَّ لَه

کہ طاعون جنوں کی خلش ہے، جو انسان کو تباہ

کردیتی ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ طاعون کسی

پیغمبر کی بددعا کا اثر ہے۔

بعضوں نے ثریا کا طلوع اور شادابی نبات مراد لیا ہے جو عموماً موسم بہار میں ہوتے ہیں، اسی طرح

قرآن کریم میں ہے۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ

ستارے اور درخت دونوں سجدہ گزار

ہیں۔

(الرحمن: ۷)

اس لیے کہ ان ستاروں کا پورے طور پر طلوع اور ان نباتات کا اچھاؤ پورے طور پر موسم ریح میں ہوتا ہے یہ موسم وہی ہے، جس میں آفات سماوی وارضی ختم ہو جاتے ہیں، یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔
ثریاء تارے کا طلوع اگر فجر کے وقت ہو تو اس کے طلوع سے بکثرت امراض پیدا ہو جاتے ہیں
اسی طرح سقوط ثریا سے بھی بکثرت بیماریاں ابھرتی ہیں۔

علامہ تمیمی نے اپنی کتاب "مادة البقاء" میں لکھا ہے کہ سال میں سب سے خراب زمانہ اور سب سے بڑے مصائب کے نزول کا وقت پوری انسانی و حیوانی دنیا کے لیے دو ہیں۔ ایک وقت ہے جبکہ

۱۔ بخاری نے ۲۷۷/۶ فی الانبیاء میں اس کا ذکر کیا ہے، اور مسلم نے حدیث اسامہ بن زید سے ۲۲۱۸ میں کیا ہے۔

۲۔ احمد نے ۲/۳۹۵، ۴۱۳، ۴۱۷، میں اور طبرانی نے معجم صغیر میں ص ۱۷ پر ذکر کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے

اور حاکم نے ۵۰/۱ میں اس کی تصحیح کی ہے، ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔